وجہ سے ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضلالت ان کے لیے مقرر کردی گئی۔ یعنی دل، کان اور آنکھیں تو ان کے لیے دینِ حق کی صداقت کی قائل ہیں۔ لیکن بندے نے ہٹ دھرمی اور ضد کو اپنا شعار بنا کر اللہ کی نعمتوں کو اللہ ہی کی نافرمانی میں لگا دیا۔ ان کے برعکس مؤمنین صالحین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم پڑھیے:

۳۔ ﴿إنَّ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت یھدیھم ربُّھم بإیمانِھم﴾[یونس ۹] ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے، انہیں ان کا رب ان کے ایمان کے سبب ہدایت عطا فرمائے گا۔''

۴۔ ﴿والذین اھتدَوا زادَھُم ھدًی واٰتٰھم تقواھُم ۞﴾[محمد ۱۷] ''اور جنہوں نے ہدایت قبول کی، اللہ نے ان کی ہدایت اور بڑھائی، اور انہیں تقویٰ عطا فرمایا۔''

۵۔ ﴿فمَن یعملْ مثقالَ ذرةٍ خیراً یرَہ ۞ ومَن یعملْ مثقالَ ذرةٍ شراً یرہُ ۞﴾ [الزلزال ۷-۸] ''جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ (بھی) دیکھ لے گا۔''

دیکھا آپ نے کہ آیات مبارکہ میں لوگوں کے ایمان لانے اور اعمال صالحات کا ذکر پہلے ہے۔ اس پر اللہ نے خوش ہو کر انہیں ہدایت وتقویٰ سے نوازا۔ یعنی جب اللہ کے عطا کردہ اعضائے جسمانی کو اللہ کی اطاعت میں لگا دیا گیا، تو انعاماتِ ربانی کا نزول شروع ہوگیا۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إنَّ ھٰذہٖ تذکرةٌ فمَن شآءَ اتخذَ إلٰی ربہٖ سبیلاً ۞ وما تشآءُ ونَ إلآ أن یشآء اللہُ إن اللہَ کانَ علیمًا حکیمًا ۞﴾[الدھر ۲۹-۳۰] ''یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے۔ اب جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کرے۔ اور تم وہی کچھ چاہ سکتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔

واضح ہو کہ اللہ کی چاہت اندھیر نگری نہیں ہے؛ بلکہ اس کی بنیاد اللہ کا وسیع علم اور حکمت ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿ولو شآءَ اللہ لجمعَھم علَی الھُدٰی﴾[الانعام ۳۵] ''اور اگر اللہ چاہتا تو خود بھی ان کو ہدایت پر اکٹھا کرسکتا تھا۔'' اللہ کی مشیت کے خلاف سوچنا یا کوئی اور تدبیر کرنا نادانی کی بات ہے۔ کیونکہ اللہ کی مشیت تو بہر حال پوری ہو کر رہے گی۔

میڈیا کی طاقت سے فائدہ اٹھایئے!

انتخاب: ابوحبیب

یہ وہ دور ہے جس میں جنگیں صرف میدان کارزار میں نہیں جیتی جاسکتیں؛ بلکہ پہلے ذرائع ابلاغ کے ذریعے زمین ہموار کرنا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی سپر پاورز سب سے زیادہ توجہ اسی پر دے رہی ہیں۔ وہاں کے مفکروں اور دیگر متعلقہ افراد کو تمام ممکنہ سہولیات میسر ہیں۔ مزید برآں یہ کہ دنیائے صحافت میں قدم رکھنے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے علاوہ انہیں آگے بڑھنے کے مواقع بھی دیے جاتے ہیں۔ انہیں مطالعاتی اور تفریحی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں، تاکہ متعلقہ خطے اور ممالک کی تہذیب وثقافت، تمدن اور دیگر خصوصیات کا بچشم خود مشاہدہ کریں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاک وطن میں تو اس طرف ذہین طلبہ کا رجحان ہی کم ہے۔ اگر کوئی ''بھولا بسرا'' ادھر آنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس میں کمزور پہلو تلاش کرکے اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ نتیجے کے طور پر طالب علم کے احساسات کچل جاتے ہیں۔ اور اس متوقع صحافی کے جذبات کو صدمہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں اس کی فطری صلاحتیں ریت کے ذروں کی طرح بکھر جاتی ہیں۔ دنیائے صحافت سے وابستہ افراد کی حیثیت عالمی طاقتوں کے ہاں مانی جاتی ہے۔ ان کے ہاں صحافیوں کو وہ مراعات اور سہولیات حاصل ہوتی ہیں، جو شاید بڑے بڑے وزراء کو بھی میسر نہیں۔ اس کی وجہ ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور اس کے مؤثر کردار کی غیر معمولی اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔

میڈیا سے موجودہ دور کا ہر گوشہ وابستہ ہے۔ اس اہمیت نے اس شعبے سے وابستہ افراد کی قدر مزید بڑھادی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحافت اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد عصر حاضر کی اہم ترین ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ اور وہ اپنی فنی صلاحیتوں کے حوالے سے اس قابل ہیں کہ معاشرے میں ان کو مناسب مقام حاصل ہو۔

دوسری طرف افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے صحافیوں کے آپس میں رابطے کا شدید فقدان ہے۔ اسلام اور امت مسلمہ کے لیے فکری ماحول تشکیل دینے والے آپس میں مربوط نہیں۔ عالمِ عجم کے مفکرین، دانشوار اور اہل علم کا عالمِ عرب سے رابطہ نہیں۔ یہ مسئلہ نہ صرف مفکرین اور دانشوروں کے حوالے سے محتاج توجہ ہے؛ بلکہ اس وقت مسلمانوں کے مختلف طبقات میں رابطے کا بحران ایک درد بھری حقیقت ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری پسماندگی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ ایک محلہ دوسرے سے مربوط نہیں۔ ایک شہر دوسرے شہر سے کٹا ہوا ہے۔ ایک اسلامی ملک دوسرے

اسلامی ممالک کا بظاہر حریف معلوم ہوتا ہے۔ایک تنظیم دوسری جماعت سے بیزار اور متنفر ہے۔

اداروں، جماعتوں، تنظیموں اور افراد و شخصیات کے درمیان لمبے چوڑے اور گہرے فاصلے موجود ہیں اور ان کے پیچھے بسا اوقات بے بنیاد مفروضے اور غلط فہمیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور ان میں مفاہمت کی کوشش کی بجائے افواہوں کو ہوا دی جاتی ہے۔ اگر مل بیٹھ کر چھوٹے چھوٹے مسائل کا حل نکال کر اتحاد کر لیا جائے تو امت مسلمہ کی قسمت بدل سکتی ہے۔ اگر آج بھی عالمِ اسلام کے فکری، ذہنی اور جسمانی فاصلے ختم نہیں تو کم ہی ہو جائیں تو بھی کفریہ طاقتوں کی یلغار کو روکا جا سکتا ہے۔ ان کے بدمست ہاتھیوں کو نکیل ڈالی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے ہمیں چند اقدامات کرنے ہوں گے، ورنہ عالمِ کفر ہمیں ایک ایک کر کے شکار کرتا رہے گا۔

۱۔ پاکستان سمیت کئی اسلامی ممالک میں صحافت سے وابستہ افراد کو مختلف مسائل درپیش ہیں۔ ان میں سرفہرست سفری سہولیات کا فقدان ہے۔ حکومت اور نجی اداروں کا فرض بنتا ہے کہ وہ صحافت جیسے اہم شعبے کے لیے سفری سہولتیں فراہم کریں، تاکہ امت مسلمہ کا فکری سرمایہ گردش میں آ سکے۔ اس سے موجودہ گھمبیر حالات میں مسلم امہ کے پیچیدہ مسائل پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔

۲۔ مفکروں، دانشوروں صحافیوں اور اہل علم کو نجی ضروریات زندگی بھی فراہم کی جائیں، تاکہ وہ فکر معاش سے آزاد ہو جائیں۔ جب ان کی معاشی واقتصادی حالت کمزور ہو تو امت میں فاصلے اور رابطے کا فقدان جتنا بھی کم ہو معقول ہے۔

۳۔ ادارے مضبوط ہونے چاہئیں۔ ہمارے ہاں ادارے تو کمزور ہیں؛ لیکن افراد مضبوط ہیں۔ اگر سرکاری ادارے مفکروں، دانشوروں، اہل علم اور کہنہ مشق صحافیوں پر مشتمل ہوں تو وہ کسی نہ کسی طرح پاک وطن سمیت عالم اسلام کی مشکلات کا حل نکال سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی مدد کی جاتی ہے۔ اور پھر اس کے ذریعے امت کی الجھنوں کا یقینی اور شافی علاج تلاش کرنا بھی ممکن ہے۔

۴۔ ذہین و اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک نوجوانوں کی ہر اعتبار سے حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہے۔ جو مٹی زرخیز ہوتی ہے۔ اس میں کیکر کے بیج بھی بوئے جا سکتے ہیں اور پھل دار درخت کی شجرکاری بھی کی جا سکتی ہے۔ صرف حوصلہ شکنی کی وجہ سے کئی باصلاحیت نوجوان مغربی ممالک کی معیشت کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔

۵۔ آپس کے فروعی و ذاتی اختلافات بھول کر اتحاد قائم کیا جائے۔ یہ اختلافات کا ناسور ہی ہے جس نے امتِ مسلمہ کی طاقت کو ٹکڑیوں میں بانٹا ہوا ہے۔ اور ہر کسی کو سب سے پہلے اپنی ''جھونپڑی'' بچانے کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ جبکہ